رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا

آئینہ ہے یہ نور سرمد کا
عکس ہے یہ رخ محمد کا

چودھویں کا ہے بدر
فیض ہے یہ احمد کا

ان اللہ قد صدق کلمۃ المسیح و کان ذلک وعدًا مفعولا

ذلک القدر علینا من نعمتہ
وجب الشکر علینا لنعمتہ

آن جہان منتظر و بانی کا مد دلستان
آن مسیح دور آخر مہدی آخر زمان

البدر

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

نمبر ۱ | بابت جنوری | سنہ ۱۹۰ ۶ | جلد ۶

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
ما ز و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
از ملائک و از خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آن مورد لعن خداست
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آن نہ از خود از ہمان جائے بود
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
آن ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آن مستحق لعنت است
معجزات انبیاء سابقین — آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
یکدم از دوری ازان گردش بجنان — نزد ما کفرست و خسران و تباہ

وہ الفاظ جنمیں حضرت اقدس بیعت کرتے ہیں یعنی جنکو آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب تکرار کرتا جاتا ہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبدہ و رسولہ۔ آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ۳ بار۔ رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ آمین

پھر اسکے بعد آپ مع حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اسکے متعلقین کے لئے دعا کرتے ہیں۔

دس شرائط بیعت

اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔
دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔
سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کی پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا۔
چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔
پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔
ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔
ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔
ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔
نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔
دہم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

نوٹ بیعت کا اشتہار حضرت امام الزمان نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو دیا تھا اور دسمبر [illegible] جسکے سینہ پر پوری ہونی لکھا تھا چہاردہم سال کی یادگار ہیں جو آپ کی فتح و نصرت کا زمانہ ہے طلوع ہوا۔

البدر
یکم جنوری ۱۹۰۵ء

حضرت مسیح موعود بہ حیثیت کرشن

اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوے کرشن اوتار ہونیکا بادی النظر میں ہر ایک کو عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور اور فکر کی نظر سے اسے دیکھا جاوے تو یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہوگا کہ اس زمانہ میں اُن تمام راستبازوں کے اوتار کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ اقوام کے کسی زمانہ میں عظیم الشان مصلح گذرے ہیں۔ یہ زمانہ ایک عجیب زمانہ ہے جس میں ہر ایک علم اور فن کے کمالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور ہر ایک شے کی حقیقت معلوم کی جا رہی ہے اور زمین کی کیفیت کی تحقیق کیلئے صرف اپنی عزیز اوقات ہی کی قربانی نہیں کیجاتی بلکہ اپنے مالوں کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور صرف مالوں پر ہی بس نہیں بلکہ عزیز جانیں بھی قربانی کی جا رہی ہیں۔ جیسے کہ معلوم ہوگا۔ کہ قطبین اور وسط افریقہ کی تحقیقات کیلئے کئی قافلے جا کر سمندر اور بر اعظم کی بھینٹ ہو گئے ہیں اور زمین کو کھود کھود کر اسکے اندر کے خزانے باہر نکالے جا رہے ہیں پس جبکہ ارضی تحقیقات کی یہ حالت تھی تو روحانی سلسلہ جو کہ جسمانی سلسلہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہی ضرور تھا کہ سنت اللہ کے مطابق اسکی بھی حقیقتیں دنیا پر منکشف ہوتیں اور جو جو لوگ اس عالم روحانی کے فلاسفر اور برگذیدہ ہیں انکی اصلی نقشے اور کمالات اہل عالم پر ظاہر کئے جاتے۔ جیسے کہ علم طبقات الارض اور علوم سماوی کی نسبت بہت سی دور از قیاس باتیں تجویز کیجاتی تھیں جیسے کہ زمین کی نسبت کہا جاتا تھا۔ کہ اسکا قیام ایک گائے کے سینگ پر ہے۔ اور جب وہ تھک کر اپنا دوسرا سینگ بدلتی ہے تو اُسوقت زمین کو زلزلہ آتا ہے اور آسمان کی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہ ٹھوس شے ہے اور چاند کی نسبت بیان کیا جاتا تھا۔ کہ اسکی ماں اسکے اندر بیٹھی چرخہ کات رہی ہے اور اب دوربینوں اور علوم و فنون کے ذریعہ سے ان تمام خیالات کا لچر اور پوچ ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ ایسے ہی ضرور تھا۔ کہ گذشتہ راستبازوں کی نسبت جنکا زمین اور آسمان کی طرح انسان کی روحانی قیام کے لئے وجود ضروری تھا اور ہے جو جو غلط روایات بیان کیجاتی تھیں ان سب کا قلع قمع کیا جاتا اور ایک شخص ان تمام کا بروز ہو کر اُن کے حقیقی نور کی روشنی سے دنیا کو منور کرتا۔

اسمیں شک نہیں کہ ازمنہ سالقہ میں ہر ایک امت اور گروہ میں خدا تعالے نے رسل الگ الگ ظہور پذیر ہوتے رہے لیکن چونکہ دنیا کی آخری دور میں طرح طرح کی ایجادوں اور کلوں اور ریل اور تار اور جہازوں کے جاری ہونے و مطبع اور کاغذ کی کثرت سے مختلف بلاد اور امصار نے ایک ہی محلہ کے حکم میں ہو جانا تھا۔ اور بذریعہ اخباروں و رسالوں اور تصنیفات کی ارزانی کے تبادلہ خیالات کی آسان ترین راہیں نکل آئی تھیں۔ اسلئے ایک ہی مصلح اور ریفارمر تمام دنیا کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اسی لئے ایک عظیم الشان نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث کئے گئے۔ جو کہ اُن کل راستبازوں اور ہادیوں اور رسولوں کی روحانیت کے رنگ سے مزین تھے جو آپ کے زمانہ سے پیشتر ہر ایک امت اور قریہ میں گذر چکے تھے اور آپکو ایسی جامع تعلیم دیگئی جس میں ہر ایک گروہ اور امت کی اصلاح کا مواد موجود ہے چنانچہ آپ نے اُن تمام رسولوں کو اُن تمام الزاموں سے بری کیا۔ جو کہ انکے مخالف اور مکذب معاند اور خود اُن کی گمراہ امت غلط فہمی سے اُن پر لگا لی تھی۔ اگر دیگر امتوں میں یہ قابلیت اور مادہ ہوتا کہ وہ خدا کی طرف سے ہونے کا فخر حاصل کر سکتے۔ تو ضرور تھا کہ مثل سابق کے اُن میں بھی مامورین اور مرسلین پیدا ہوتے۔ اور خدا سے تائید یافتہ ہو کر وہ اپنے اصل ہادی کی تعلیم کو قائم کرتے اور اسکی اتباع کی برکت سے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے لیکن اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی امت اور فرقہ میں سے کسی مامور من اللہ کا نہ پیدا ہونا اور امتوں کا گمراہ ہو کر در بدر بھٹکتے پھرنا اور نجات کیلئے کسی صراط مستقیم کا ہاتھ نہ آنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ خدا تعالے نے انکے لئے ہرگز نہیں چاہا ہے۔ کہ انہی میں سے کسی کو اپنی طرف سے مامور کرے اس تیرہ سو سال کے سکوت نے آنحضرت صلعم کی ذات مبارک کو کل دنیا کے لئے مصلح اور مامور من اللہ ہونے پر مہر لگا دی ہے۔ اور اس لئے ضرور ہے کہ آپ کے زمانہ کے بعد جو عظیم الشان خلیفہ آپ کی گدی پر جانشین ہو وہ بھی آپ کے کمالات کی طفیل تمام سالقہ برگزیدوں اور روحانی مصلحوں کا اوتار یا بروز ہو۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ جیسے آپ نصاریٰ کیلئے مسیح۔ اہل اسلام کیلئے مہدی ہو کر مسیح اور مہدی کی نسبت جو غلو ہوا ہے۔ اس سے ہر دو کو پاک و صاف کر رہے ہیں اور خود طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو کر اپنے وجود پاک سے ثبوت دے رہے ہیں کہ دیکھو جو مسیح ہوتا ہے اس میں تو اس قسم کے عجز اور کمزوریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنی صحت پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ خدا ہو سکے اور اپنی امن اور آشتی کی تعلیم سے ثابت کر رہے ہیں کہ جو مہدی ہوتا ہے وہ کبھی جنگ اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور مہدی جیسے مصلح کیلئے جو جو خلاف شان کارروائیاں تسلیم کی گئی تھیں اُن سے پاک وجود کو ان تمام آلائشوں سے پاک ثابت کر دیا ہے ایسے ہی کرشن ہو کر یہ بھی انہی کا کرشن تھا کہ حضرت کرشن کی ذات پاک پر جو جو اتہامات اور الزامات عاید کئے گئے ہیں اُس سے انکو بری کرتے اہل ہنود کی روایات پر اگر ہم غور کریں اور اُن قصوں کو جو وہ حضرت کرشن کی نسبت بیان کرتے ہیں سچ باور کریں تو سوائے اسکے کہ کرشن جیسے پاک آدمی کو ایک فاسق آدمی قرار دیا جاوے اور کیا کہا جا سکتا ہے پس ہندوؤں کیلئے یہ ایک عجیب نعمت ہے اور خدا کا فضل ہے کہ ایک شخص جو کہ کیا تو اپنی ذاتی حسب نسب کے لحاظ سے کیا تو حیات کے لحاظ سے۔ کیا اپنی پاک زندگی کے لحاظ سے۔ کیا اپنے خدا سے تائید یافتہ ہونیکے لحاظ سے۔ کیا اپنے دعوے الہام و وحی کے لحاظ سے ایک عظیم الشان انسان ہے۔ وہ خود کرشن بنکر حضرت کرشن کی عظمت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کرشن تو ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ میں ہوں نہ کہ ویسے جیسے تم بتاتے ہو۔ یہ ایک آسمانی تائید ہے جو کہ اہل ہنود کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اب دیکھیں کہ کونسی سعید قبول اور شقی رد کرتے ہیں۔

ایک رئیس نے نوکر کو قرآن کیسے پڑھایا

ایک متقی رئیس حضرت حکیم نورالدین صاحب کے مریدوں میں سے تھے ایکبار جب وہ اپنے محل سے نکلکر مسجد کو جانے لگے۔ تو رات کا وقت تھا دربان ایک پوربی کا باشندہ تھا۔ وہ اپنے مذاق پر گیت گا رہا تھا۔ رئیس نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہاری نوکری یہاں کتنے گھنٹہ کی ہے اسنے کہا۔ کہ دو گھنٹہ کی تب رئیس نے ان دو گھنٹوں کو پانچ اوقات نماز میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ کل سے تمہاری نوکری ان مختلف اوقات میں ہوگی۔ اتنے اتنے منٹ تمہیں پہرہ دینا ہوگا۔ یہ تجویز کر کے اُسے صرف بسم اللہ اور اسکا ترجمہ بتلایا کہ بجائے گیت کے اسے کہتے رہو۔ وہ حسب الحکم اسی خوش الحانی سے کہتا رہا۔ جب رئیس نماز پڑھکر آیا۔ تو اُسکے مقررہ منٹ گذر چکے تھے اُسے رخصت دیدی۔ بعد ازاں اسکا یہی دستور رہا۔ کہ نماز کیوقت اسکا پہرہ ہوتا۔ رئیس جب باہر آتا۔ تو اُسے ایک ایک کلمہ۔ مثل الحمد للہ۔ یا۔ رب العلمین۔ یا۔ ایاک نعبد۔ وغیرہ وغیرہ معہ ترجمہ بتلا جاتا اور نماز پڑھکر جب واپس آتا۔ تو اُسے رخصت دیدیتا۔ اس طرح سے اُسے با معنے کل قرآن شریف یاد ہو گیا۔ حالانکہ وہ دیکھکر ایک حرف بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب کو یہ واقعہ اس طرح سے معلوم ہوا۔ کہ وہی پوربیا ایک شب اُن کے مکان پر متعین تھا۔ بارہ بجے رات کو آپ نے سُنا۔ تو قرآن شریف کا بارہواں پارہ وہ بڑی خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ حکیم صاحب نے وجہ پوچھی۔ تو اُس پر اُسنے سب حال بتلایا۔ جو لوگ اپنے خویش و اقارب اور اہل و عیال میں قرآن کا مذاق اور اُس کا عشق پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اس سچے واقعہ سے سبق حاصل کریں۔.......

(از درس قرآن شریف)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ ایام میں حضرت اقدس کی طبیعت نصیب اعدا اسے علیل رہی ہے پیشاب کا دورہ صبح شام اور رات کے اوقات میں کثرت سے رہا ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام علی العموم صرف ظہر اور عصر کی نمازوں میں تشریف لاتے رہے۔ اور باقی نمازیں گھر میں ادا کرتے رہے ہیں اسلئے کوئی تقریر کسی مضمون پر ہمارے سننے میں نہیں آئی جسے قلمبند کر سکتے۔ مختصر اذکار سننے میں آئی جن کو قلمبند کیا جاتا ہے

۱۹ دسمبر ۱۹۰۴ء

حضرت اقدس بوقت ظہر تشریف لائے۔ اور مولانا حکیم نور الدین صاحب کی علالت طبع کا حال خود ان سے دریافت کیا۔ غذا کے انتظام کے لئے تاکید فرمائی۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کی۔ کہ ہر چند کوشش کی جاتی ہے مگر تندرست کیطرف کچھ ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ جس سے انتظام قائم نہیں رہتا۔ شاید ارادہ الٰہی ابھی اس امر کا خواہاں نہیں ہے۔ کہ آرام ہو۔ اس اثناء میں ایک صاحب جنکو حکیم صاحب موصوف سے نہایت محبت اور اخلاص اور نیاز مندی کا تعلق ہے۔ بول اٹھے کہ آپ تدبیر کرتے جاتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے فالمدبرات امرا۔ اس پر حکیم صاحب نے ایک لطیف عارفانہ جواب یہ دیا۔ کہ یہاں صیغہ مونث کا استعمال ہوا ہے۔ فالمدبرون امرا نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ اس کا بڑا تعلق اناث سے ہے اور ان میں ضعف و نقص ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک عجیب نکتہ ہے۔ اس بحث کو حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دلچسپی سے سنا۔ اور پھر خوراک کا انتظام ایک خاص صاحب کے سپرد فرما کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ یہ سب لوگ سنتے ہیں اور گواہ ہیں کہ ہم نے آپ کو ذمہ وار بنا دیا ہے اب اس کا ثواب یا عذاب تمہاری گردن پر ہے

۲۰ دسمبر ۱۹۰۴ء

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے مقدمہ کے ذکر پر فرمایا کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم تو سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کیطرف سے سمجھتے ہیں۔ اور اس پر راضی ہیں

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

لیکن ہمارا ایمان جیسے خدا تعالیٰ کے ملائکہ اور کتب اور رسل پر ہے۔ ایسے ہی اس بات پر بھی ہے کہ انجام کار ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ اگرچہ ایک دنیا ہماری مخالف کیوں نہ ہو۔

آجکل کے عقلمندوں کے نزدیک تو کسیکو اپنا دشمن بنانا غلطی ہے لیکن سچ پوچھو تو یہ بھی حقانیت کی ایک دلیل ہے۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک سے بھی نہ رکھی۔ سب سے بگاڑ لی۔ ان لوگوں کے نزدیک تو نعوذ باللہ آپ نے غلطی کی۔ حالانکہ محض خدا کے لئے سب سے بگاڑ لینا آپ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ جس سے آپکی قوت ایمانی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ایک طرف مسیح کو دیکھو کہ اس کی تعلیم سے جو کہ انجیلوں میں پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا مشرب کسیکو ناراض کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ یہودیوں کو سنایا گیا۔ کہ میں توریت کا ایک شوشہ تک زیر و زبر کرنے نہیں آیا۔ اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ ان کی خوشامد مدنظر تھی برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دیکھا جاوے تو کوئی بھی فرقہ اور مذہب روئے زمین پر ایسا نظر نہ آویگا جس کو آپ نے دعوت نہ کی ہو۔ اور جس کی غلطی نہ نکالی ہو (اور پھر ایک کے مقابلہ پر اپنے مظفر و منصور ہونے کا دعوے بھی کیا) بھلا بتلاؤ۔ کہ جب تک خدا پر پورا بھروسہ اور یقین نہ ہو۔ کب کوئی اس طرح سے کر سکتا ہے

خیر بات یہ ہے۔ کہ درمیان میں کیا کیا مکروہات ہوں۔ ہمیں اس کا علم نہیں مگر انجام بہر حال نیک ہے۔ الہاموں کی ترتیب میں میں یہ امر مدنظر رکھتا ہوں۔ کہ مکروہات کا مرتبہ اول رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سنت اللہ بھی ہے۔ کیونکہ خوش حالی اور کامیابی بعد کو ہوا کرتی ہیں اس لئے ان کے الہامات کی ترتیب بھی بعد کو ہی ہوتی ہے۔

مقام تیماپور متعلقہ انلسگور ملک نظام سے ایک احمدی صاحب جناب مولوی عبداللہ صاحب .... حضرت کی زیارت اور حصول فیض و انوار احمدی کے لئے آئے تھے۔ برادرم شیخ یعقوب علی صاحب نے ان کو حضرت اقدس سے ملاقات کرائی۔ مولوی صاحب موصوف نے کل جماعت تیماپور کی طرف سے سلام علیکم اور درخواست دعا عرض کی۔ اور کچھ چندہ جو کہ جماعت کی طرف سے تھا۔ پیش کیا۔

کچھ دنوں کا عرصہ گذرا۔ کہ ایک صاحب بہت تھوڑی دیر کے لئے قادیان آئے۔ اور جلدی رخصت ہونے لگے۔ حضرۃ اقدس نے فرمایا۔ کہ کچھ دن میرے پاس رہو۔ اور عاقبت کا ذخیرہ طیار کرو دنیا کے کام تو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے

خیرے کن ای فلان و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

---

۲۱ دسمبر ۱۹۰۴ء

مفتی گلزار محمد صاحب پوسٹماسٹر گوجرانوالہ حافظ غلام رسول صاحب سوداگر و حافظ غلام رسول صاحب مدرس وزیرآباد سے استفادۂ روحانی کے لئے حاضر خدمت ہوئے

حضرۃ مولانا مولوی نور الدین صاحب ایک عرصہ سے بعارضہ اسہال مبتلا ہیں۔ اور باوجود اس حال کے پھر بھی جناب ممدوح شفا خانہ میں تشریف لا کر بیماروں کا ملاحظہ کرتے اور طالب علموں درس تدریس کرتے رہتے ہیں۔ درس قرآن بھی برابر ہوتا رہا ہے

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی طبیعت بھی ایک عرصہ سے علیل ہے۔ آپکو بخار عموماً ہو جاتا ہے تاہم آپ حتے الوسع نماز با جماعت میں شریک ہو کر اپنے فرض امامت سے سبکدوش ہوتے رہتے ہیں

جماعت کے مخلص احباب سے التماس ہے۔ کہ وہ حضرت اقدس۔ اور ہر دو مولوی صاحبان اور نیز ہمارے دوست مفتی محمد صادق صاحب کی صحت و عافیت کیلئے ضرور ضرور دعا فرمائیں۔

حضرۃ مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے برادر خود تشریف لائے تھے جو کہ بذریعہ خط حضرۃ اقدس کی بیعت میں شامل تھے اب خود حضرۃ کے دست مبارک پر بیعت کی اور ہمراہ مولانا موصوف بعد از نماز جمعہ مورخہ ۲۳ دسمبر امروہہ تشریف لے گئے مولانا موصوف کتاب کشف الاسرار

خطبہ عید الفطر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۰ء

جو کہ حضرۃ حکیم نورالدین صاحب نے مسجد اقصیٰ میں پڑھا

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ پ ۱ ع ۱۵

ایک دعا ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب رب العزت اور رب العالمین اللہ جلشانہ کے حضور مانگی ہے اور ظاہر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے آنے اور اسکے شمرات کے ظہور کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل نے حضرت ابراہیم کے ذریعہ ایک دعا کی تقریب پیدا کر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تو ہمارا رب اور مربی اور محسن ہے تیری عالمگیر ربوبیت نے جیسے جسم کے قواے کی پرورش ہوتی ہے عمدہ اور اعلیٰ اخلاق سے انسان مزین ہوتا ہے ویسے ہی ہمارے روح کی بھی پرورش فرما اور اعتقادات کے اعلیٰ مدارج پر پہونچا۔ اے اللہ اپنی ربوبیت کے شان سے ایک رسول انہیں بھیجیو جو کہ مِنْهُمْ یعنے انہی میں کا ہو اور اس کا کام یہ ہو کہ وہ صرف تیری (اپنی نہیں) باتیں پڑھے اور پڑھائے اور صرف یہی نہیں بلکہ انکو سمجھا اور سکھلا بھی دے پھر اس پر بس نہیجیو بلکہ ایسی طاقت جذب اور کشش بھی اسے دیجیو جس سے لوگ اس تعلیم پر کاربند ہو کر مزکے اور مطہر بن جاویں پھر تیرے نام کی اس سے عزت ہوتی ہے کیونکہ تو عزیز ہے اور تیری باتیں حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اس دعا کی قبولیت کسطرح سے ہوئی وہ تم لوگ جانتے ہو اور یہ صرف اس دعا ہی کے ثمرات ہیں جس سے ہم یہ فایدہ اٹھاتے ہیں دعا ایک بڑی عظیم الشان طاقت والی شئے ہے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کے جب دوسرے نبیوں کی کامیابیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کا باعث بھی صرف دعا ہی کو پاتے ہیں وہ دعا ہی تھی جس نے حضرۃ آدمؑ کو کرب و بلا سے نجات دی اور وہ دعا ہی تھی جس نے حضرۃ نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگایا قرآن شریف کے ابتدا میں بھی دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہے اور انتہا بھی دعا ہی پر ہے یعنی اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پر۔ جب ہم نبی کریم علیہ السلام کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پینے۔ نماز کے ادا کرنے۔ سودا سلف لانے۔ بات چیت کرنے غرضیکہ ہر ایک کام کی ابتدا ہی سے ہے پس خوب یاد رکھو کہ مضطر کی تسکین کا باعث اور کمزور طبائع کی ڈھارس یہی دعا ہے جب انسان کسی غرض کی تکمیل کیلئے ظاہری سامان مہیا کرتا ہے تو اسے یہ علم ہرگز نہیں ہوتا کہ اس سے ضرور وہ غرض حاصل ہو جاویگی کیونکہ سامان کے بہم پہونچ جانیکے بعد اور مخفی در مخفی ایسے اسباب اور واقعات کی ضرورت ہوتی ہے جس پر اسکا علم ہرگز محیط نہیں ہوتا تو اس وقت صرف دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہوتا ہے جس سے وہ اپنی غرض مطلوب کے حاصل کرنیکے لئے امداد طلب کر سکتا ہے اور اسی سے وہ مخفی در مخفی اسباب میسر ہو جاتے ہیں جن سے اس غرض کی تکمیل ہوتی ہے۔

بعض کمزور طبائع جو کہ دعا کی اس خوبی سے ناواقف ہیں انکو چاہیئے اور لازم ہے کہ اسے ایک مجرب نسخہ مانکر استعمال کریں کیونکہ یہ ہزار ہا راستبازوں کا تجربہ کیا ہوا ہے۔ طبابت میں بھی عمدہ اور اعلیٰ نسخہ وہی ہوتا ہے جو کہ بہت سے بیماروں پر مفید ثابت ہوا ہو۔ اور اگرچہ ایکدو کو مضر بھی ہو لیکن فایدہ کی کثرت اسکے عمدہ ہونے پر کافی دلیل ہوتی ہے یہی حال دعا کا ہے ہر ایک کی طبیعت ایجاد نہیں کر سکتی اس لئے عام اور کمزور طبائع کے لئے مجربات کا استعمال داناؤں نے بھی تجویز کیا ہے اسلئے اس قسم کے لوگوں کو بھی پہلے فرضی طور پر اسکی خوبیوں کو مانکر اس پر عملدرآمد شروع کرنا چاہیئے جسقدر بڑے بڑے علوم مثل ریاضی۔ هندسہ۔ جغرافیہ علم الافلاک صرف و نحو وغیرہ ہیں۔ ان سب کی ابتدا اول فرض پر ہے پھر اسی پر انسان ترقی کر کے بڑے بڑے عظیم الشان نتائج پر پہونچ جاتا ہے۔ ایک پولیس مین کے گئے پر فرضی طور پر ایک گھر کی تلاشی لی جاتی ہے اگرچہ صرف ظنی امر ہوتا ہے مگر بسا اوقات مال بھی برآمد ہو جاتا ہے پس مومن کو چاہیئے کہ نبی کریم کی تعلیم سے اور سیدالفقراء راستبازوں کے تجربہ کی بناپر دعا کو ذریعہ بنا دے اور اپنی کمزوری کی آگاہی کیلئے بھی دعا ہی کرے تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ دعا کیسی عجیب اور ضروری شئے ہے دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ نے صبر کی بھی تعلیم دی ہے کیونکہ بعض وقت مصلحت الٰہی سے جب دعا کی قبولیت میں دیر ہوتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ پر سوءظن کرنے لگتا ہے۔ اور نفس دعا کی نسبت اسے شکوک اور شبہات پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے استقلال اور جناب الٰہی پر حسن ظن رکھے۔

جو آیۃ میں نے پڑھی ہے۔ وہ حضرۃ ابراہیم نے اسمیں ظاہر فرمایا ہے کہ ایک رسول ہونا چاہیئے جو کہ تیری آیات پڑھے اور سکھلائے اور لوگوں کو مزکے اور مطہر کرے یہ تین باتیں ہیں جو کہ اس دعا کے ذریعہ چاہی گئی ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ اول دو باتیں تعلیم اور تعلم تو اب تک موجود ہے بچہ بچہ اور عورتیں اور مرد اور حفاظ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں اور علماء اور واعظوں کے ذریعہ سے لوگوں کو قرآن شریف کے اسرار و حقائق کا بھی کچھ نہ کچھ علم ہوتا ہے اور دونوں سلسلوں نے ابتک جاری رہکر اسبات کو ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی دعا نے قبولیت کا شرف ⅔ حصہ حاصل کر لیا ہے لیکن کیسے افسوس کی بات ہوگی اگر ہم یہہ مان لیں کہ اس دعا کی جزو اعظم دوسروں کو مزکے اور مطہر بنانے کا کوئی سلسلہ نبی کریم کیطرف سے موجود نہ ہو۔ رسول کی بعثت کی علت غائی اور دعا کا مغز اور لب لباب تو یہی تھا۔ اور پھر اگر یہی نہیں رہا تو دعا کی قبولیت کیا ہوئی۔ خدا تعالیٰ کو چونکہ علم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہونگے جو کہ اس دعا کی قبولیت کی نفی کریں گے اسلئے اُسنے اپنی پاک کلام میں وعدہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور دوسری جگہہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین لوگوں کو مزکے اور مطہر بناتے رہینگے۔ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ جس دین کو اُسنے اُن کے لئے پسند کیا ہے اسمیں طاقت پیدا کریں گے اور ایسی مقدرت عطا کرینگے جس سے نفوس کا تزکیہ ہو۔ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ انکو مشکلات بھی پیش آوینگے لیکن اللہ تعالیٰ اُن کی پناہ ہو گا

مشکلات پیش آنیکا باعث یہ ہوا کرتا ہے کہ انسانی طبائع کسی کا محکوم ہونے میں مضایقہ کیا کرتے ہیں چنانچہ خود خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہماری حکومت کو یہ لوگ طوعًا اور کرھًا مانتے ہیں پس جب خدا کی حکومت کا یہہ حال ہے تو جب انبیا علیہم السلام کی حکومت ہوتی ہو تو بعض لوگوں کو اور بھی اعتراضات سوجھتے ہیں اور کہتے ہیں لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ پ ۲۵ ع ۹ - کہ وحی کا مستحق تو فلاں رئیس یا عالم تھا اس سے ظاہر ہے کہ لوگ رسول کی بعثت کیلئے خود بھی کچھ صفات اور اسباب تجویز کرتے ہیں جس سے ارادہ الٰہی بالکل لگا نہیں کہاتا علیٰ ہذا القیاس۔ جب رسول کے خلیفہ کی حکومت ہوتی ہے تو انکو مضایقہ پر مضایقہ اور کراہت پر کراہت ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ - کہ کیا یہ لوگ الٰہی فضل کی خود تقسیم کرتے ہیں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ وجہ معاش میں ہمنے انکو خود مختار نہیں رکھا اور خود ہم نے اسکی تقسیم کی ہے۔ پس جب انکو علم ہی

کہ خدا کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے تو پھر انبیا اور ان کے خلفا کا انتخاب بھی اسی کے ارادہ سے ہونا چاہیئے۔

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ کہ تم میں محمدؐ خدا کا رسول ہے اگر تمہاری رائے پر چلے تو تمہیں مشکلوں اور دکھوں کا سامنا ہو۔ یہ خدا کا ہی انتخاب ہے جو کہ اپنا کام کئے جا رہا ہے یہ اسی کا فعل ہے کہ امام بنا دے خلیفہ بناوے تمہاری سمجھ وہاں کام نہیں آسکتی۔ رموز سلطنت خویش خسرواں دانند۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہمارے کہنے سے مامور کر دے اور اس کے اخلاق ردی ثابت ہوں۔ ظالم۔ خود غرض۔ کینہ پرور نکل آوے تو دیکھو کسقدر مشکل پڑے اسی لئے لوگوں کو انجمنوں اور سماجوں میں اپنے منتخب کردہ پریسیڈنٹوں کو منسوخ کرنا پڑتا ہے یا وہ لوگ خود الگ ہو جاتے ہیں انسان جب سے پیدا ہوا ہے اپنے جسم کو چیر پھاڑ رہا ہے اور زمین کا ایک ایک روڑا الٹ دیا ہے صرف اس لئے کہ اسکے بچاؤ کا سامان نکل آوے مگر دیکھ لو کہ کچھ پیش نہیں گئی۔ فن جراحی میں کمال کر دیا ہے ہر ایک مرض کے جرم معلوم ہو گئے ہیں مگر پھر بھی بیماریاں ہیں موت کا بازار گرم ہے۔ اپنے زمانہ سے ۳۰ لاکھ سال پیشتر تک کا پتہ دیتا ہے کہ یہ تھا لیکن کل کیا ہوگا یا چند منٹوں کے بعد کیا پیش آنیوالا ہے۔ اسکا اسے علم نہیں پھر کیسی نادانی ہے کہ اسقدر عظیم الشان کام کے انتخاب کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ نبی اور مامور ہمارے کہنے سے ہو۔

پس سوچنے کا مقام ہے کہ جب تلاوت اور تعلیم کا سلسلہ اس دعا کے مطابق ختم نہیں ہوا تو پھر تزکیہ نفس کا سلسلہ لینے مامورین الٰہی کا وجود کیوں ختم ہو جاوے۔ اور جیسے رسولوں کی رسالت کسی کی رائے اور کہنے پر نہیں ہوتی تو خلافت کسی کے کہنے سے کیوں ہو جو مامور اور مرسل آتے ہیں وہ خدا ہی کے انتخاب سے آتے ہیں مخالفت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی ہو۔ اور وہ بتلا دے کہ یہ ہمارا انتخاب اور ہمارے ہاتھ کا پودا ہے اسی لئے انلوگوں کے بیرونی اور اندرونی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں جن کو یہ لوگ بڑے زور سے چیلنج دیتے ہیں۔ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ پ۳ - کہ تم اپنی جگہ کوئی دقیقہ میری تباہی اور ناکامی کا ہرگز نہ چھوڑو اور کام کئے جاؤ اور میں بھی اپنا کام کر رہا ہوں انجام کار خود پتہ لگ جاویگا کہ مظفر و منصور کون ہے پھر کہتے ہیں عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ پ۱۱ - کہ میرا بھروسہ خدا پر ہے۔ تم سب جمع ہو کر جو حیلہ چاہو کر لو۔ اور ایسا کرو کہ تمکو اپنی کامیابی میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ اور کوئی مفر میرے لئے نہ رہنے دو۔ پھر دیکھ لو کہ تم ناکام اور میں بامراد ہوتا ہوں کہ نہیں۔ پس ایسے ایسے موقعوں پر خدا تعالیٰ اپنے مرسلوں کے دشمنوں کو پست و پا کر کے بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا محافظ ہوں کہ نہیں اور یہ ہمارا مرسل ہے کہ نہیں۔ غرضیکہ انبیا کی بعثت میں ایک سر ہوتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے الٰہی تصرف اور اقتدار کا پتہ لگتا ہے۔

بیعت کے معنے اپنے آپ کو بیچ دینے کے ہیں اور جب انسان کسیکو دوسرے کے ہاتھ پر بیچ دیتا ہے تو اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ صحابہ کرام نے اپنے نفسوں کو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیچکر آپکی اطاعت کو کہاں تک مد نظر رکھا ہوا تھا۔ اس کا حال دو حکایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جن کا ذکر میں کرتا ہوں جمعہ کے روز خطبہ ہو رہا تھا۔ اور لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ ابن سعد ایک صحابی اس وقت مسجد کی گلی میں آ رہے تھے۔ آپکو بھی یہ آواز پہنچگئی اور جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے سمجھا کہ خدا معلوم مسجد جانے تک جان ہوگی یا نہ یہ حکم سُنا ہے۔ اسی وقت اسکی تعمیل کر لوں دوسرا واقعہ ایک صحابی کعب* نامی کا ہے جو کہ آنحضرت صلعم کا صحابی اور دولتمند آدمی تھا۔ آپ نے جب غزوہ تبوک کی طیاری کا حکم جماعت کو دیا۔ تو ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہہ طیاری کرنے لگا اور کعب نے خیال کیا کہ چونکہ میں ایک امیر آدمی ہوں اسلئے جس وقت چاہونگا ہر ایک سامان مہیا کر لونگا۔ چونکہ سستی کوئی بڑی نہ تھی۔ کہ افراط سے ہر ایک شئے موجود ہوتی اس لئے لوگ تو طیاری کر کے روانہ ہو لئے اور کعب پیچھے رہگیا۔ جب وہ بازار میں گیا تو اُسے کچھ بھی نہ ملا۔ اس کاہلی اور سستی کا اور کیا نتیجہ ہوتا۔ آخر کار شمولیت سے محروم رہا۔ جب آنحضرۃ صلعم واپس تشریف لائے تو کعب ایک حدیث میں خود بیان کرتا ہے۔ مجھے غم نے تنگ کیا اور میں جھوٹ بولنے کا ارادہ کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ ایسی بات کہوں کہ آپ کے غصہ سے بچ جاؤں اور اپنی برادری کے ہر عقلمند سے اسمیں اعانت کا طلبگار ہوا جب خبر لگی کہ رسول اللہ صلعم تشریف لے آئے اسوقت مجھ سے یہ کذب دور ہو گیا اور میں نے جان لیا۔ کہ آپ کے روبرو جھوٹ بولنے سے مجھے کبھی نجات نہوگی پس میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصباح مدینہ میں آپہنچے اور جب آپ سفر سے تشریف لایا کرتے تھے۔ تو اول مسجد میں نزول فرمایا کرتے تھے آپ نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں کی ملاقات کیلئے وہاں ہی بیٹھ گئے پس متخلف لوگ آتے اور سوگند کھا کھا کر اپنے تخلف کے عذر آپ کے سامنے بیان کرتے تھے اور یہ لوگ اسی آدمی سے کچھ زیادہ تھے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کا ظاہر قبول فرمایا۔ اور ان سے بیعت کی اور ان کے لئے استغفار کیا۔ اور ان کے باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمائے۔ جب میں خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپنے مجھے دیکھکر غضبناک آدمی کیطرح تبسم فرمایا۔ اور مجھے کہا آگے آ میں سلام کہکر آپ کے آگے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ تو کس سبب پیچھے رہگیا کیا تو نے سواری خرید نہیں کی تھی میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر آج میں آپ کے سوا کسی دنیادار آدمی کے روبرو ہوتا تو خدا تعالےٰ نے مجھے کلام میں ایسی فصاحت عطا کی ہے کہ آپ دیکھتے کہ میں عذر بیان کر کے اس کے غصہ سے صاف نکل جاتا لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج جھوٹ بولکر آپ کو خوش بھی کر لونگا تو عنقریب خدا تعالیٰ آپکو مجھپر غضبناک کر دیگا اور اگر آج میں نے آپ کے روبرو سچ کہا تو بیشک آپ مجھپر غضبناک ہونگے مگر خدا تعالےٰ سے مجھے عاقبت حمیدہ کی امید ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا اور میں تخلف کیوقت پہلے سے بھی قوی اور خوش گذران تھا۔ (میری عرض سُنکر) آپنے فرمایا۔ بیشک اسنے سچ کہا (اور مجھے فرمایا) کہ اوٹھ کھڑا ہو اور چلا جا تا کہ خدا تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ کرے (میں اٹھ کھڑا ہوا) اور بنی سلمہ میں سے کچھ آدمی میرے پیچھے ہو لئے اور مجھے کہتے تھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تو نے رسول اللہ صلعم کے روبرو ویسے ہی عذر کیوں نہ کئے جیسے دوسرے متخلفوں نے کئے تھے تیرے گناہ کے لئے رسول اللہ صلعم کا استغفار کافی تھا مجھے خدا تعالےٰ کی قسم ہے کہ وے لوگ ایسے میرے پیچھے ہوئے کہ ان کے کہنے سے میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ لوٹ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اپنی پہلی تقریر کی تکذیب کروں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اس کام میں میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے (یعنے کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے میری جیسی تقریر کی ہو) انہوں نے کہا ہاں دو آدمی نے تیری جیسی تقریر کی ہے اور انکو بھی رسول اللہ صلعم نے ایسا ہی فرمایا ہے جیسا تجھے فرمایا ہے۔ میں نے کہا وہ دونوں کون کون ہیں لوگوں نے کہا ایک مرارہ بن ربیعہ عامری اور دوسرا ہلال بن امیہ واقفی وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے ایسے دو آدمی صالح کا نام لیا

---

* یہ قصہ ہم نے اصل کتاب حدیث سے نقل کر دیا ہے کہ ناظرین کو واقفیت تامہ ہو۔

کہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ اور جن کا اقتدا کرنا چاہئے تھا کعب کہتا ہے جب ان دونوں نے میرے روبرو ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا (اور لوٹ کر رسول اللہ صلعم کے پاس اپنی تقریر کی تکذیب کرنے نہ گیا) اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ متخلفین میں سے ان تین آدمیوں سے کوئی کلام نہ کرے۔ کہتا ہے کہ لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے یا کہا کہ لوگ ہم سے متغیر ہو گئے تا کہ وہ زمین بھی مجھے بری معلوم دینے لگی گویا وہ زمین ہی نہ تھی جسکو میں پہچانتا تھا۔ پس ہم پچاس رات اسی حال میں مبتلا رہے اُن دونو میرے یاروں نے عاجز ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ کر رونا شروع کیا۔ اور میں جوان دلیر تھا۔ بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور نماز میں حاضر ہوتا تھا مگر مجھ سے کوئی کلام نہ کرتا تھا اور میں نماز کے بعد رسول اللہ صلعم کو آ کر سلام کہتا اور دیکھتا کہ سلام کے جواب میں آپکے لب مبارک نے حرکت کی ہے یا نہیں پھر میں رسول اللہ صلعم کے قریب کھڑا ہو کر نماز پڑھتا اور آنکھ چرا کر آپکی طرف دیکھتا۔ جب میں نماز کیطرف متوجہ ہوتا۔ تو آپ میری طرف نظر کرتے اور جب میں آپ کیطرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے جب مسلمانوں کی کڑائی مجھپر بہت ہو گئی تو ایکدن میں ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر جو میرا چچا زاد بھائی تھا اور میری اس سے بہت محبت تھی باغ میں گیا اسکو السلام علیکم کہا مگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا اے ابو قتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تجھے معلوم ہے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلعم سے محبت رکھتا ہوں وہ خاموش رہا۔ اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے پھر اسکو قسم دیکر کہا۔ وہ خاموش ہی رہا میں نے پھر تیسری دفعہ جب قسم دیکر کہا تو اُس نے اسقدر کہا کہ اللہ اور رسول اللہ صلعم خوب جانتے ہیں یہ سنتے ہی میرے اشک جاری ہو گئے اور اس باغ سے دیوار پر سے ہو کر وہاں سے نکل آیا میں بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک آدمی شام کے لوگوں میں سے جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے کو آئے تھے کہتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتلا دے لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا اُسنے مجھے غسان کے حاکم کا خط دیا اور چونکہ میں لکھا پڑھا تھا میں نے وہ خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا اما بعد ہمکو خبر پہنچی ہے۔ کہ تیرے صاحب نے تجھپر ظلم کیا اور خدا تعالیٰ نے تجھے ذلیل و ضائع نہیں کیا تو ہمارے پاس چلا آ۔ ہم تیری پرورش کرینگے خط پڑھکر میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ بھی ایک بلا آئی (کہ کفار کو ہماری طرف طمع ہونے لگی ہے) پھر اس خط کو تنور میں جلا دیا جب اس حال کو چالیس روز ہو گئے تو ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا اور مجھے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تجھے فرمایا ہے۔ کہ تو اپنی عورت سے علیحدہ ہو جا میں نے کہا کہ آپ نے طلاق دینے کو فرمایا ہے یا کیا۔ اُسنے کہا طلاق کو نہیں فرمایا صرف مجامعت سے منع فرمایا

اور دوسرے دونو میرے یاروں کو بھی یہی کہلا بھیجا میں نے اپنی عورت کو کہا۔ کہ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کا حکم نہیں آتا تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا۔ اور ہلال بن امیہ کی عورت نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہلال بن امیہ بوڑھا ناکارہ ہے اسکا خادم کوئی نہیں کیا آپ اُسکی خدمت کرنے سے مجھے منع فرماتے ہیں آپنے فرمایا نہیں بلکہ وہ تجھسے مقاربت نہ کرے اُسنے عرض کی کہ خدا تعالیٰ کی قسم ہے وہ اس کام کی لائق ہی نہیں واللہ وہ جس روز سے اس حال میں مبتلا ہوا ہے آج تک دن رات روتا ہی رہتا ہے بعضے لوگوں نے مجھے کہا کہ تو بھی اپنی عورت کی بابت رسول اللہ صلعم سے اجازت طلب کر جیسے ہلال کی عورت نے آپ سے اس کی خدمت کرنے کا اذن لے لیا ہے۔ میں نے کہا اگر میں اس امر میں آپ سے عرض کروں معلوم نہیں آپ کیا جواب دیں اور میں جوان آدمی ہوں (یعنے عورت کے پاس ہونے مجھے صبر کرنا مشکل ہے) تا کہ دس رات اور گذر گئیں اور ہمارے اس حال کو پچاس رات ہو گئی پچاسویں رات کی صبح کو میں فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھکر اسی حالت میں بیٹھا تھا۔ جیسے خدا تعالیٰ نے قرآن میں ہماری خبر دی ہے اور میرا دم بسبب غم کے بند ہو رہا تھا۔ اور زمین باوجود کشائش کے مجھپر تنگ ہو رہی تھی کہ میں نے ایک آدمی کی آواز سنی کہ پہاڑ سلع پر باواز بلند کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک تجھے بشارت ہو۔ میں سنتا ہی سجدہ میں گر پڑا اور جان گیا کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کشائش آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھتے ہی لوگوں کو ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر کر دی لوگ ہمکو بشارت دینے شروع ہو گئے اور دونو میرے یاروں کے پاس بھی بشارت دینے والے پہنچے اور ایک گھوڑا دوڑا کر میری طرف آیا۔ اور ایک آدمی نے بنی اسلم میں سے پہاڑ پر چڑھکر آواز کی آواز گھوڑے کی سوار سے پہلے پہنچی جب وہ شخص جسکی میں نے آواز سنی تھی میرے پاس آیا تو میں نے اپنے دو کپڑے اُتار کر بشارت کے عوض میں اسکو پہنا دئے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس روز میرے پاس وہی کپڑے تھے۔ جو دیدئے اور میں نے دو کپڑے عاریۃً لیکر پہن لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر کے چلا راستہ میں لوگ مجھے ملتے تھے۔ اور توبہ کی قبولیت کی تہنیت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ تا کہ میں مسجد میں پہنچا وہاں لوگ رسول اللہ صلعم کے گرد مجتمع تھے۔ طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھکر

کھڑا ہو گیا اور دوڑ کر مجھسے مصافحہ کیا۔ اور تہنیت دی واللہ مہاجرین میں سے اُسکے سوا دوسرا میری خاطر کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ کعب طلحہ کے اس کام کو ہمیشہ یاد کیا کرتا تھا کعب کہتا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلعم کو آ کر سلام کیا اسوقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمکتا تھا آپنے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے دن کی جب سے تو ماں سے پیدا ہے اس دن سے بہتر کوئی دن تجھپر نہیں آیا۔ میں نے عرض کی کہ بشارت آپکی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کیطرف سے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کیطرف سے ہے اور رسول اللہ صلعم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت ایسا روشن ہو جایا کرتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اور ہم اس حالت کو جانتے تھے میں نے آپ کے سامنے بیٹھکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ میری توبہ میں سے ہے کہ میں اپنا مال صدقہ کر دوں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ کچھ مال اپنے لئے رکھ لے کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے میں نے عرض کی کہ خیبر کی غنیمت میں سے جو مجھے حصہ ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھتا ہوں میں نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے میرے صدق کے سبب مجھے نجات دی ہے یہ بھی میری توبہ میں سے ہے کہ آئندہ کو میں اپنی زندگی بھر سچ کے سوا کوئی بات نہ کرونگا مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ جسدن سے میں نے یہ بات رسول اللہ صلعم سے عرض کی ہے اُسدن سے کسی مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے ایسا انعام نہیں کیا جیسا صدق مجھے انعام کیا ہے اور اُس دن سے آجتک کبھی جھوٹ نہیں کہا اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ آئندہ کو بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

اب دیکھو کہ فرمانبرداری اسکا نام ہے کہ جماعت سے ایک شخص الگ کیا جاتا ہے۔ بیوی کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اُسکے پاس نہ جاوے اور دشمن کی طرف سے دلداری اور امداد کا وعدہ ملتا ہے مگر سر مو فرق نہیں آتا۔ غرضیکہ فرمانبرداری عجیب نعمت ہے ہمارے بیعت لینے کسی کی فرمانبرداری میں لینے آپ کو دیتے وقت یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ شیطان کی بیعت تو نہیں کرتے اس لئے کثرت سے ہوا اور لا حول پڑھنا چاہئے کہ کہیں سابقہ مدعیان اور خلفاء کی طرح رسول یہ خدا ہی کا دست قدرت ہے جو کہ اپنی کا قائم مقام کسیکو بناتا ہے اُن پر مشکلات آتی ہیں مگر خدا بدل دیتا ہے ان لوگوں میں التعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ دونو کمالات ہوتے ہیں خدا کے کامل صفات کے یہ لوگ گرویدہ ہوتے ہیں اور مخلوق کی بے ثباتی اور لاشے ہونا اُنکو بتلاتا ہے کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہے اگر بغیر کے ہوتا انسان کی اپنی طاقت کا کام ہوتا۔ تو عقلمند اور بارہ علوم کے محقق اعلیٰ درجہ کے پارسا ہوتے مگر یہی تقسیم کرتا ہے ان

اخبث ہو کر خدا سے دور چلے جاتے ہیں اس لئے مزکّی ہونیکے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ خدا کی طرف سے کوئی آدمی جسمیں کشش اور جذب کی طاقت ہو۔ اس قسم کے انسان آتے ہیں لیکن لوگوں کے اندر جو غلط کاریاں ہوتی ہیں اُن سے بعد ہو جاتا ہے اُن غلط کاریوں کا ایک بڑی اصل کبر ہے جسکا ذکر اللہ تعالٰے نے قرآن شریف کے اول تواریخی واقعہ میں کیا ہے۔ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اول ہی انکار اور کبر ایک ایسی شے ہے جو کہ فیضان الٰہی کو روکدیتی ہے طاعون کے گذشتہ دورہ میں جو الہام حضرت اقدس کو ہوا تھا۔ اس میں بھی شرط لگی ہوئی تھی۔ کہ اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ عَلَوۡا بِالۡاِسۡتِکۡبَارِ۔ کبر۔ تزکیۂ نفس کی ضد ہے اور دونو چیزیں ایک جا جمع نہیں ہو سکتیں۔

دوسری بات جو کہ انسانی ترقی کی سدِّراہ ہوتی ہے وہ اس کا نفاق ہے کہ جب کوئی دُکھ ہوتا ہے تو خدا سے لمبے چوڑے وعدے کرتا ہے کہ اگر یہ دُکھ مجھ سے دور ہو جاوے تو میں فلاں فلاں کام کروں گا تیری عبادت کرونگا صدقہ دونگا دین کی خدمت کرونگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ایسی مواقع لوگوں کو بے روزگاری تنگی معاش۔ کمی تنخواہ۔ اور اپنی اور بال بچوں کی بیماری وغیرہ میں پیش آتے ہیں لیکن جب مشکل کا پہاڑ ٹل جاتا ہے۔ تو سب بھول جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ منافق ہو کر مرتے ہیں۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا۔

اَبٰی۔ استکبار۔ بدعہدی یعنی نفاق یہ تین باتیں ہوئیں۔ چوتھی جھوٹ کی عادت ہے جو کہ انسان کو فیض الٰہی سے محروم رکھتی ہے۔ پس چاہیئے کہ ہمیشہ اپنا اندرونہ ٹٹولتے ہو۔ کہ ان عیبوں میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں ہے ایک طرف محرومی کے اسباب پر غور کرے دوسری طرف توبہ اور استغفار سے کام لے ورنہ یاد رکھو کہ بڑے خطرہ کا مقام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ایک قوم نکلی تھی۔ اور موسیٰ نے اُن کو الٰہی ارادوں سے اطلاع بھی دیدی تھی۔ کہ وہ کیسا انعام کرنا چاہتا ہے۔ اور جتلادیا تھا۔ کہ اگر تم حکم نہ مانوگے۔ تو خائب و خاسر ہوگے۔ مگر قوم نے عذر تراشے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال جنگل میں بھٹکتے رہے۔ اور ترقی کی رفتار روکدی گئی اس سے ظاہر ہے۔ کہ بعض وقت لوگوں کے اعمال ایک مامور کو بھی مشکل میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے تم لوگوں کو فکر چاہیئے کہ ایک شخص مامور و مرسل تم میں موجود ہے۔ تم نے اپنی برادری اور قوم اور خویش و اقارب کی پرواہ نہ کرکے اُسکے ہاتھ پر خود کو فروخت کردیا ہے۔ اگر تم میں وہی بلائیں اور ظلمتیں موجود ہیں جو کہ موسٰے علیہ السلام کے ساتھ والوں میں تھیں تو تم اُسکے راستہ میں روکڈالتے اور خود فیض سے محروم رہتے ہو جو دنیا میں تو اُسے قبول کرکے ناپسندیدہ ٹھہرے۔ مگر اب خدا کے نزدیک نہ ہو۔

انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ انسان کے ذاتی اخلاق ہوتے ہیں جس سے وہ واحد شخص خود اپنے نفس میں سکھ پاتا ہے۔ اور امن اور آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ مثلاً اگر وہ کسی کی نعمت دیکھکر حسد نہیں کرتا تو اس سوزش اور جلن سے محفوظ رہتا ہے جو کہ حاسد کے دلکو ہوتی ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو دیتا ہے اور یہ طمع نہیں کرتا۔ تو عذاب سے بچا رہتا ہے۔ جو کہ طمع کرنیسے ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اخلاق فاضلہ حاصل کرتے ہیں وہ جزع فزع شہوت اور غضب کے تمام دُکھوں اور آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ ذاتی سُکھ کے ذرائع اخلاق فاضلہ ہیں یہ بھی ایک فضل کی قسم ہے۔ جو کہ انسان کو حاصل ہوتا ہے لیکن اس سے وہ نتائج مرتب نہیں ہوتے جو کہ اکٹھا ہونیسے ہوتے ہیں یاد رکھو۔ کہ الٰہی فضل کی بہت قسمیں ہیں۔ ایک ایسا بھی فضل ہوتا ہے جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے۔ اسکی ایک مثال دنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ دونو نہ ملیں اور اُن تمام آداب کو بجا نہ لاویں۔ جو حصول اولاد کیلئے ضروری ہیں اسیطرح ایک بعد کی جماعت پر جو فضل الٰہی ہوتا ہے وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہو سکتا ایک گھر کی آسودگی اور آرام کا فضل اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو جب ہی ہوگا۔ کہ آسے ماما ئیں۔ خدمتگار۔ اور سونے۔ کھانے۔ پینے۔ نہانے وغیرہ کے الگ الگ کمرے اور ہر ایک کا الگ الگ اسباب مہیا ہونے کی مقدرت ہو۔ ایسے ہی اگر ترقی کرتے جاؤ۔ تو بادشاہت اور سلطنت کے فضل کا اندازہ کرسکتے ہو۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں باوجود اختلاف کے ایک عام وحدت نہ ہوگی اور ہر ایک تم میں سے دوسرے کو فائدہ پہنچانیکی کوشش میں نہ لگا رہیگا۔ تو تم خدا کے اس فضل عظیم کو حاصل نہ کرسکوگے جو کہ ایک بھاری مجمع پر ہوتا ہے وَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ۔ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیۡنَهُمۡ اِنَّهٗ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ۔ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وحدت کی روح کو جو کہ صحابہ کرام میں پھونکی گئی تھی اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے۔ اس وحدت کے پیدا ہونیکے لئے چاہیئے۔ کہ آپس میں صبر اور تحمل اور برداشت ہو۔ اگر یہ نہ ہوگا۔ اور ذرا ذرا سی بات پر روٹھوگے۔ تو اس کا نتیجہ آپس کی پھوٹ ہوگا۔ اسی وحدت کی بنیاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ۔ یعنے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اُن کی اطاعت اسی حال میں کرسکوگے۔ جبکہ تم میں تنازع نہ ہو۔ اگر تنازعات ہوں گے تو یاد رکھو۔ کہ قوت کی بجائے تم میں بزدلی پیدا ہوگی۔ اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہوگی وہ نکل جاوے گی۔ یہ بات تم کو صبر اور تحمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کو اپنے اندر پیدا کرو۔ تب خدا کی معیت تمہارے شامل حال ہوکر وحدت کی روح پھونکیگی پس اگر تم کوئی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو۔ تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ اور تنازع مت کرو۔ اگر چشم پوشی سے باہم کام لیا جاوے تو بہت کم نوبت فساد کی آتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ روحانی بیماریوں کیلئے تو علاج اور دوا تلاش کرتے ہیں لیکن روح کی بیماری کا فکر کسی کو بھی نہیں ہے۔ اسوقت مسلمانوں کی حالت کی مثال ایک جنم کے اندھے کی سی ہے کہ اُس سے اگر بینائی کی خوبی اور لذت دریافت کی جاوے تو وہ اُسے جانتا ہی نہیں ہے۔ اور اسی لئے اُس کے آگے بینائی کی قدر بھی نہیں کیونکہ اُس نے اُس لذت کو پایا نہیں۔ پس اس وقت کے موجودہ مسلمان بھی اس طاقت کی خوبی کو جو کہ قومی اتحاد اور وحدت سے پیدا ہوتی ہے۔ نہیں پہنچانتے اسکی وجہ یہ ہے۔ ایک سلطنت ان کے ہاتھ سے جا چکی ہے۔ اور اسی لئے اسے تجربہ بھی نہیں۔ کہ دوسرے کو اپنے ماتحت کس طرح کیا کرتے ہیں آجکل اگرچہ ریفارمیشن کے مدعی تو سینکڑوں ہیں لیکن وہ کیا ریفارمیشن کریں گے جبکہ خود ہی بدعتوں اور بدینیوں میں گرفتار ہیں۔ دعوے تو ہے مگر سمجھ نہیں کہ یہ خدا کے مامور ہی کا کام ہے۔ جو کر سکتا ہے۔

پس اے عزیزو اور دوستو اپنی کمزوری کے رفع کیلئے کثرت سے استغفار اور لاحول کرو۔ اور رب کے نام سے دعائیں کرو کہ خدا تعالٰے تمہاری ربوبیت یعنے پرورش کرکے تم کو مظفر و منصور کرے تاکہ تم آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے نیک نمونہ بن سکو۔ وہ نہ ہو کہ خدا نخواستہ لعنت اُختہا کے مصداق (جب دوزخیوں کا ایک گروہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ تو جو اُس میں اول موجود ہوں گے وہ اسے لعنت کرینگے۔ کہ ہم نے تو کچھ نہ کیا تم ہی کرتے) جیسے آجکل کے رافضی ہیں۔ اسکا بچاؤ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ سچی اتباع کرو۔ اپنے استنباط اور اپنے اجتہاد جس سے تم نفس کے دہوکہ میں آجاتے ہو۔ دور کرو۔ آپس میں خوش معاملگی اور احسن سلوک برتو۔ بخل۔ حسد۔ کینہ سے بچو۔ کہ خدا [illegible]

کے موافق جوکہ اس نے اپنے مرسل کی جماعت سے کیا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا پورا ہوکر رہے۔ مطلق انسان کی کوشش سے کامیابیاں حاصل نہیں ہوا کرتیں۔ کیونکہ یہ سارے علل اسباب سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ دیکھو ایک سال کی جانکاہ محنت سے زمیندار خرمن جمع کرتا ہے مگر جسے اتفاق کہتے ہیں۔ اس سے آگ لگ کر ساری کا سارا خاک ہو جاتا ہے۔ اگر اُسے کامل علم ہوتا اور کامل اسباب حفاظت پر وہ احاطہ کرسکتا۔ تو کیوں یہ بربادی دیکھتا۔ یہی حالت انسان کے اعمال کی ہے اگرچہ وہ بڑے بڑے اعمال کرتا ہے لیکن ایک مخفی گند اندر ہوتا ہے۔ جس سے وہ تمام برباد ہوجاتے ہیں۔ اس کا علاج وہی ہے۔ جوکہ ذکر کیا۔ کہ دعا اور استغفار اور لاحول سے کام لو۔ پاک لوگوں کی صحبت میں رہو۔ اپنی اصلاح کی فکر میں مضطر کی طرح لگے رہو۔ کہ مضطر ہونے پر خدا رحم کرتا ہے۔ اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ دوسرے کی تحقیر ہرگز مت کرو۔ کہ اس سے خدا بہت ناراض ہوتا ہے۔ اور دوسرے کو حقیر جاننے والے لوگ نہیں مرتے جب تک کہ اُس گند میں خود نہ مبتلا ہوں جسکی وجہ سے دوسرے کو حقیر جانتے ہیں۔

اس تقریر کے بعد حضرت حکیم الامت بیٹھ گئے اور پھر کھڑے ہوکر خطبہ کی تکمیل اس طرح سے کی۔

آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گذر گیا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اِس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا۔ اور عامہ اہل اسلام کے لئے اسی ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدقہ اِس مہینہ کی برکات میں سے ہیں۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبرگیری کرے۔ دو ٹک گیہوں یا جو یا چاول جو کچھ ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے۔ اور جن کو خدا نے زیادہ موقعہ دیا ہے۔ وہ زیادہ دیویں۔ اس جگہ مختلف ضرورتیں ہیں کہ جن کے لئے لوگوں کی خیرات کے روپیہ کی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہوتا تھا اور پھر آپ اُسے مختلف مدوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے ایک یہاں مدرسہ ہے۔ اور اسوقت اُسے بڑی ضرورت امداد کی ہے۔ مہمانوں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں بعض وقت دیکھا گیا ہے۔ کہ ان بیچاروں کا سفر خرچ کسی گناہ کے باعث یا کسی مصلحت الٰہی سے جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی نے چرا لیا۔ یا گر گیا۔ وغیرہ۔ پھر غور کرو کہ مسافرت اور اجنبیت میں کسقدر تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی ایک گروہ مساکین کا رہتا ہے۔ تو ان سب کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے۔

یہاں رہنے والے ۳ قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو حصول ایمان کیلئے رہتے ہیں۔ اور ان کو تو مجھے تجربہ سے علم ہوگیا ہے۔ کہ ضرورت کے وقت اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے خبرگیری کرتا ہے۔ بعض لوگ ملازم ہیں اور ان کی معاش کی سبیل قائم ہے۔ اور ایک گروہ وہ ہے جوکہ صرف محبت کی وجہ سے رہتا ہے۔ مگر اپنی ضرورتوں کو رفع نہیں کرسکتا۔ پس میری رائے یہ ہے۔ کہ تم میں سے ایک جماعت قائم ہو۔ جو ان سب کی خبرگیری کیا کرے اور اس قسم کے صدقہ اور خیرات کے روپیوں کو مناسب مقام پر تقسیم کردیا کرے۔ بعض طالب علم مدرسہ کے اور بعض بیمار کے پاس بھی اِس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ اُن کے لئے خبرگیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اگر جماعت قائم ہو۔ تو وہ اس کی بھی خبر لے سکتی۔ انسانی ہمدردی اور باہمی معاون کی بہت برکات اور افضال ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وعدہ فرماتا ہے۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔

میں چونکہ یہاں رہتا ہوں۔ اور پھر سارے دن باہر رہتا ہوں اس لئے مجھے اِن ضرورتوں کا علم ہے۔ اور میری نسبت دوسروں کو کم ہے۔ خدا ہی انکا سرانجام دیکھنے والا اور مجھے بھی وہی دیکھنے والا ہے۔ ایسے امور کے لئے آپ سعی کریں۔ اور دوسرے بھائیوں تک بھی پہونچا دیویں جیسے ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کوئی خوجی کا نیر تھا۔ کوئی کاتب تھا۔ کوئی قرآن پڑھانیوالا تھا کوئی اخوۃ کی بہتری کی فکر کرنیوالا تھا۔ کوئی بادشاہوں کے پاس خطوط پہونچاتا تھا۔ کوئی نیک تحریکیں کرنیوالا تھا۔ ایسے ہی اگر مختلف مدیں مختلف لوگوں کے سپرد ہوں۔ اور ایک کمیٹی قائم ہوکر ان سب امور کی ترتیب کیا کرے۔ تو امید ہے کہ بہت کچھ انتظام ہو جاوے۔ خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو عمل درآمد کی توفیق عطا فرماوے۔

اِس کے بعد حکیم صاحب موصوف نے حضرۃ اقدس علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ حضور دعا فرماویں۔ کہ ہم سب کو نیکی اور عمل درآمد کی توفیق عطا ہو۔ خصوصاً مجھکو کہ لوگوں کو تو سُناتا ہوں کہیں خود ہی اِس پر عمل درآمد سے نہ رہجاؤں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ فقط

[illegible — footnote, mostly unreadable: ... احباب احمدیہ ... کارخانہ ... دارالامان ... خانہ کا مدار ...]

میری آخری چھٹی پر احباب کی نظر عنایت

میں اپنے مولا کریم کا کمال شکرگذار ہوں جسنے اپنی پاک جماعت کی برگزیدہ ممبروں میں میری خدمات کی عزت افزائی کی ہے۔ تلافی مافات کے نام سے جو آخری چٹھی میں نے اپنے دوستوں کے نام ارسال کی تھی۔ اور جس میں ایک ایک کارڈ بھی ارسال کیا گیا تھا اُس کے جواب میں آجتک جو کارڈ اخبار کے خریداروں کی طرف سے وصول ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غالباً ہمارا کارخانہ بھی خدا کے اُن پاک کلمات کا مصداق ہونیوالا ہے۔ جوکہ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء کو حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئے وہ کلمات یہہ ہیں

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد

کیونکہ سوائے چند خطوط کے باقی کل خطوط ہمدردی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور عام طور پر احباب نے حق کے بجائے آدھی قیمت اخبار کی منظور کر لی ہے۔ اور بعض نے پیشگی رسالانہ اور دوسال کی پیشگی حسب درخواست کارخانہ منظور فرماکر قومی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ اور حقوق اخوۃ کی پاسداری کی ہے خدا تعالےٰ اِن تمام صاحبان کو جزائے خیر دیوے میں انشاءاللہ اُن خطوط کو یکے بعد دیگرے درج اخبار کردونگا تاکہ میرے دوسرے بھائیوں کو بھی علم ہو جاوے کہ اس متبرک جماعت میں خدا تعالےٰ نے تالیف قلوب کا کسقدر مادہ رکھا ہے۔ اور برگزیدہ وقت حضرۃ امام الزمان علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض کے کلمات طیبات کی عظمت اور قدر ان لوگوں کے دلوں میں کس قدر ہے۔

صاحبان آپ کو علم ہے۔ کہ ہم سے پیشتر ایک امت گذر چکی ہے جس نے اپنی خدمت تبلیغ دین بجالائے اور اپنے آقا اور امام حضرۃ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک قول و فعل کو عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھکر محفوظ رکھنے اور ضبط کرنے اور پھر ہم تک پہنچانے سے مراتب عالیہ قرب الٰہی کے حاصل کئے ہیں اور یہ اُنہی خدمات دینیہ کا نتیجہ ہے کہ ہم اور آپ ان کو رضی اللہ عنہم۔ رحمتہ اللہ علیہم۔ علیہم السلام۔ صل وبارک علی آل محمد وغیرہ دعاؤں سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر آج جبکہ خداوند تبارک وتعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں بھی اسی قسم کا موقعہ دیدیا ہے تو یہ کسقدر ہماری غفلت اور کم فہمی ہوگی۔ کہ باوجود اُن تمام آسان ذرائع تبلیغ و اتمام حجت و ضبط اقوال امام الزمان کے جوکہ بزنگ ریل۔ ڈاک مطبع اور کاغذ و قلم ہمیں حاصل ہیں۔ اُن ظلی مراتب عالیہ کے حصول سے اپنے نفسوں کو محروم رکھیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت کے مصداق صحابہ کرام ہوئے اور ولکم ما کسبتم کے مصداق ہمیں ہونا چاہئے۔

میں آپ پر بخوبی ظاہر کرتا ہوں کہ اصل منشاء البدر کے اجرا کا حضرت اقدس کے کلمات طیبات اور آپ کے اقوال اور افعال کو ضبط میں لانا ہے۔ اور میں اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ابھی تک

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو کہ آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر مسجد اقصےٰ میں فرمائی

بعد ادائے نماز ظہر چند احباب نے حضور علیہ الصلوٰۃ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ مسجد کے اندرون حصہ میں تھے۔ اور وہیں کھڑے ہو کر آپ نے ارادہ فرمایا کہ تقریر کیجاوے۔ مگر چند احباب کی درخواست پر حضور باہر تشریف لے آئے۔ اور کھڑے ہو کر سلسلہ تقریر یوں شروع فرمایا ؎

میری طرف سے جماعت کیلئے بار بار یہی نصیحت ہے جو کہ میں کئی دفعہ اس جگہ اور دوسرے مقامات میں کر چکا ہوں۔ کہ انسان کی عمر ناپائیدار ہے اس کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکے حاصل کرنے کیلئے راستہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اسکا اول حصہ تو بیہوشی میں گذر جاتا ہے کیونکہ بچہ ہوتا ہے اور اسے کسی قسم کا علم ہرگز نہیں ہوتا۔ پھر دوسرا زمانہ اسپر آتا ہے کہ اگرچہ طفولیت جیسی بیہوشی تو اس میں نہیں ہوتی مگر جوانی کی مستی کی ایک بیہوشی ضرور ہوتی ہے۔ پس دو زمانے تو اس طرح مارے جاتے ہیں پھر تیسرا زمانہ آتا ہے جو کہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ کہ علم کے بجائے بجز لاعلم ہو جاتا ہے حواس میں فرق آجاتا ہے۔ اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ پیرانہ سالی میں قدم رکھتے ہی ان میں جنون کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور مخبوط الحواس نظر آتے ہیں اور بچپن کیسے خواص اُن میں پائے جاتے ہیں پس اب دیکھ لو۔ اور خوب غور کرو کہ انسان کو کسقدر مشکلات کا سامنا ہے بچپن تو ایک مجبوری کا زمانہ ہوا۔ کہ جس میں اسے کچھ ہوش ہی نہیں ہوتی۔ اور سوائے لہو و لعب کے اور جھوٹی خواہشات کے اور کوئی کام ہی اسکا نہیں ہوتا۔ آخرت کے علوم سے بھی ناواقف ہوتا ہے اور دنیاوی علوم سے بھی بے بہرہ۔ پھر جوانی نصیب ہوئی۔ تو نفس امارہ کے جذبات ایسے لگ جاتے ہیں کہ اس کی عقل ماری جاتی ہے اگر اللہ اور روز آخرت وغیرہ پر ایمان بھی لاتا ہے تو نفس امارہ اُسے اپنی ہی طرف کھینچتا ہے پھر اخیر کے زمانہ میں اسکی مثال اُس پھوک (تفضلہ) کی مانند ہو جاتی ہے جو کہ میوہ سے عرق نچوڑ لینے کے بعد رہ جاتا ہے۔ بچہ میں تو ایک حرکت بھی ہوتی ہے اور وہ نشو و نما کرتا رہتا ہے اور ماں باپ کو دیکھ کر ان کی ریس سے رکوع سجود بھی کر لیتا ہے۔ مگر پیرانہ سالی میں کسل اور کاہلی اسکے لاحق حال ہو جاتے ہیں جہاں پڑا وہیں پڑا رہتا ہے جہاں بیٹھا وہیں بیٹھا رہتا ہے پھر بعضوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کان سے بہرے بھی ہو جاتے ہیں غرضیکہ صرف ایک درمیانی زمانہ ہے کہ جس میں انسان اپنے نفس کا مطالعہ اور خدا کی پرستش کر سکتا ہے۔ اور اسکے ساتھ بھی ایسی آفات لگی ہوئی ہیں۔ کہ اگر وہ نگہداشت اور کوشش نہ کرے تو اسی سے جہنم یا جنت کی طیاری کرنے لگ جاتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں جن اخلاق عادات اور عقائد وغیرہ کا اپنے آپ کو پابند بنا لیگا۔ پھر انکا اس سے چھوٹنا محال ہوگا پس چاہیئے تو وہ اس زمانہ میں اپنے لئے جنت کی بنیاد قائم کرے اور چاہے دوزخ کی اگر اسنے یہ زمانہ خدا کی بندگی۔ ترک نفس کی آرائشگی اور خدا کی طاعت میں گذارا ہوگا تو اُس کا اسے یہ پھل ملیگا کہ پیرانہ سالی میں جبکہ وہ کسی قسم کی عبادت وغیرہ کرنیکے قابل نہ رہیگا اور کسل اور کاہلی اُسے لاحق حال ہو جاویگی۔ تو فرشتے اُسکے نامہ اعمال میں وہی نماز روزہ تہجد وغیرہ لکھتے رہیں گے۔ جو کہ وہ جوانی کے ایام میں بجا لاتا تھا۔ اور یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ اسکی ذات پاک اپنے بندہ کو معذور پا کر باوجود اسکے کہ وہ عمل بجا نہیں لاتا۔ پھر بھی [illegible] اعمال اسکے نام درج ہوتے رہتے ہیں جو کہ دنیا کا [illegible] اسکے لئے [illegible] مگر انسان اسکے [illegible] اس قسم کا [illegible] ہے کہ وہ باوجود دیکھنے کی آنکھیں رکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا۔ ورنہ اسی قسم کے نظاروں کو دیکھ کر وہ اپنی جوانی کے ایام میں خدا تعالےٰ سے اپنے تعلقات مضبوط کر لے۔

پس اب سوچنا چاہیئے کہ یہ تین زمانے بچپن جوانی اور پیرانہ سالی کے انسان پر گذرتے ہیں اور تمہیں کسقدر مشکلات انکے لئے ہوتی ہیں۔ دو زمانے یعنے بچپن اور بڑھاپا تو خود ہی نکمے اور ردی ہیں کہ ان میں انسان کچھ نہیں کر سکتا ان درمیان کا زمانہ جوانی کا کچھ تھا کہ جس میں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا تھا سو اسے نفس امارہ کے جوشوں نے ردی بنا دیا ہوا ہے قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی اسی نفس کا تذکرہ ہوا ہے۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس میں یوسفؑ فرماتے ہیں کہ میں تو اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ وہ تو ہمیشہ بدی کی ہی ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ خدا ہی رحم کرے۔ تو اسکے جذبوں اور جوشوں سے انسان بچ سکتا ہے۔ اور میرا رب تو غفور اور رحیم ہے اسنے مجھپر رحم کیا ہی ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ زمانہ موجودہ کے فساد اور بدیوں سے محفوظ رہنے کیلئے صرف انسان کی اپنی ہی کوشش کافی نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے رحم اور فضل کی بھی ضرورت ہے جسکے حاصل کرنیکا ذریعہ صرف دُعا ہی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی زہد اور تقوے کا بھی ایک ظاہر ہوتا ہے اور اکثر لوگ بظاہر متقی اور زاہد ہوتے ہیں لیکن جب تک خدا کا فضل اور رحم بھی انسان کے شامل حال نہ ہو تب تک وہ اس کے کام نہیں آسکتا ؎

عقلمند انسان کا یہ کام ہے اور اُس کا فرض ہے کہ وہ اس زمانہ کے مفاسد پر غور کرے اور عقل اس لئے اُسے دیگئی ہے کہ وہ اس طوفان عظیم سے جو لوگوں کی روحانیت کو تباہ کر رہا ہے اپنے آپ کو بچاوے سو اسکے لئے اول تدبیر تو یہ ہے۔ کہ وہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گڑھے میں نہ ڈالے۔ کیونکہ جو جان بوجھکر اپنی جان کو دُکھ دیتا ہے۔ یا زہر کھاتا ہے۔ تو اسپر کوئی رحم نہیں کھاتا اور اس کا طریق یہی ہے۔ کہ اس قسم کی مجلسوں اور صحبتوں اور رفیقوں اور دوستوں سے پرہیز کرے جو کہ اسکی روحانیت پر برا اثر ڈالتے ہیں ہماری جماعت کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ ان باتوں کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ خدا نے اسے اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے بطور نمونہ کے ہو اسلئے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ہر ایک فعل اور حرکت میں نگاہ رکھے۔ کہ وہ اسکے ذریعہ سے دوسروں کے لئے ایک صداقت کا نمونہ قائم کرتا ہے یا کہ نہیں اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے۔ ان باتوں کے حصول کیلئے تدبیر سے کام لیں کہ بُری صحبت اور مجلس سے اپنے آپکو بچاویں بُری عادتوں کو ترک کریں اور جہاں تک بس چل سکتا ہے نیکی کے حصول کیلئے تدبیریں کریں کیونکہ تقوے اور نیکی کے حصول کیلئے تدابیر کی جستجو میں لگے رہنا بھی ایک عبادت ہے اور جب انسان اس کوشش میں لگا رہتا ہے۔ تو عادت اللہ یہی ہے کہ اسکے لئے کوئی نہ کوئی راہ کھولدی جاتی ہے لیکن جو شخص بدی سے بچنے کی اور نیکی کو عمل میں لانے کی تدبیر نہیں کرتا۔ سمجھو کہ وہ بدی پر راضی ہو گیا ہے اور ایسے آدمی سے بدی کا چھوڑنا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تدبیر میں لگا ہوا ہے تو اس کا نفس امارگی سے نکلکر خدا تعالےٰ کے نزدیک لوامہ بنتا جاتا ہے کیونکہ یا تو پہلے امارہ تھا کہ سوا ے بدی کے اور اسے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ اور اب اس کی جنگ شروع ہو گئی ہے کبھی غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب۔ ایک فعل بد کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر اس پر پچھتاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اسکی تلافی کیونکر ہو۔ اور چونکہ وہ ملامت کرتا ہے اس لئے اسکا نام لوامہ ہو جاتا ہے۔ خدا نے بھی اسی لئے اسکی قسم قرآن شریف میں کھائی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حالت سے خدا کیطرف ایک رجوع ظاہر کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکے قریب ہو جاوے پس تم کو تاکید ہے کہ جب کسی مقام پر بدی کو دیکھو تو اسے ترک کرو۔ اور دور ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کی لپٹ تمکو بھی لگ جاوے جیسے دنیا کے کاموں میں تدابیر کرتے ہو۔ اور اسکی ترقی اور جاہ جلال کیلئے فکروں میں لگے رہتے ہو ایسے ہی دین اور اپنی اصلاح کیلئے تدابیر کرو اور فکروں میں لگے رہو۔ تو اول بات جو تمہارے لئے ضروری ہے وہ یہی ہے کہ حصول تقوے اور نیکی پر عملدرآمد کیلئے تدبیر سے کام لو۔

دوسری بات اور دوسرا طریق جو تمہیں اختیار کرنا چاہیئے اور جو کہ در اصل سب سے مقدم ہے اور جسکی تعلیم خدا تعالےٰ نے بھی دی ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرو۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ کہ تم دعا کرو میں قبول کرونگا۔ در اصل بات یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شئے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ باقی پھر

نوٹ۔ اس اخبار میں صرف ایک ہی صفحہ کی گنجائش تھی باقی چھپ چکا تھا۔ اس لئے تقریر کا حصہ دیدیا گیا۔ باقی عنقریب بلا قید تاریخ کے چھاپ کر ارسال کر دیا جاوے گا ؎